میثم قادری

معارف القرآن

فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی

ادارہ معارف نعمانیہ
۳۲۳۔ شاد باغ لاہور۔ پاکستان

چند آیات کریمہ کے ترجمے اور آسان فائدے

بنام

معارف القرآن

فقیہ ملّت حضرت مفتی جلال الدّین احمد امجدی

ادارہ معارف نعمانیہ

۳۲۳- شادباغ لاہور ○ پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰ پاکستان

سلسلہ اشاعت نمبر ۳۹

نام کتاب ________ معارف القرآن

تصنیف ________ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ

سن اشاعت ________ اپریل ۱۹۹۲ء

شرفِ اشاعت ________ ادارہ معارف نعمانیہ لاہور

ھدیہ ________ دُعائے خیر بحق معاونین ادارہ

تعداد باراول ________ دوہزار دوسو

نوٹ

بیرون جات کے حضرات ۴ روپے کے ڈاک ٹکٹ ارسال کر کے طلب کریں

برائے ایصالِ ثواب بیگم و الحاج غلام مُحمّد مرحوم و مغفور

ملنے کا پتہ

ادارہ معارف نعمانیہ

۳۲۳۔ شادباغ لاہور ۰ پوسٹ کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰ پاکستان

فہرستِ مضامین

نگاہِ اوّلیں

معارف القرآن ہماری ابتدائی تصنیف ہے جس میں تفسیر ابن جریر، تفسیر در منثور، تفسیر جلالین، تفسیر صاوی، کنز الایمان اور تفسیر خزائن العرفان وغیرہ سے چند آیات کریمہ کے ترجمے، شان نزول اور آسان و سلیس انداز میں ان کے فائدے تحریر کئے گئے ہیں۔

یہ کتاب تیئس۲۳ سال پہلے ۱۳۸۰ھ میں طبع ہوئی تھی معمولی حذف و اضافہ کے بعد اسے پھر شائع کیا جارہا ہے۔

دعا ہے کہ خداوند قدوس اس کتاب سے لوگوں کے ایمان و عمل کو درست فرمائے۔ اور میرے لئے اسے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

جلال الدین احمد امجدی

حمد الٰہی و اقرار بندگی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ۔ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ۔ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ۔ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ۔

سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہان والوں کا مالک، بہت مہربان رحمت والا، روز جزا کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا نہ ان کا جن پر غضب ہوا۔ اور نہ گمراہوں کا۔

اس سورتِ مبارکہ سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ واجب قدیم ازلی اور ابدی ہے اور ساری کائنات حادث ممکن اور اسکی محتاج ہے اسلئے کہ وہی تمام عالم کا خالق و مالک ہے

(۲) دنیا دار العمل ہے جس کی جزا بہر حال ایک دن ملنی ہے۔

(۳) ذات و صفات کے بعد ذکر عبادت سے معلوم ہوا کہ اعتقاد عمل پر مقدم ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہو سکتی۔

۵ استعانت یعنی مدد طلب کرنا خواہ واسطہ سے ہو یا بغیر واسطہ کے ہر طرح اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے کیونکہ حقیقی مستعان وہی ہے اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام واولیائے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دوست واحباب عون الٰہی کے مظہر ہیں۔

۶ صراط مستقیم یعنی انبیائے کرام واولیائے عظام کے راستہ پر قائم رہنا جسے مذہب اہل سنت وجماعت کہتے ہیں واجب ہے، بے دینوں اور گمراہوں سے اجتناب نیز ان کی رسم وراہ سے پرہیز کرنا لازم ہے۔

عظمت حکم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۱ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۔ (پ ۵ ع ۶)

کیا تم نے انھیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اترا۔ پھر چاہتے ہیں کہ اپنا پنچ شیطان کو بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے ہرگز نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دور بہکا دے۔

شانِ نزول۔ بشر نامی ایک منافق تھا اس کا ایک یہودی سے

جھگڑا تھا، یہودی نے کہا چلو سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیصلہ کرالیں۔ منافق نے خیال کیا کہ حضور حق فیصلہ کریں گے کبھی کسی کی طرف داری اور رعایت نہ فرمائیں گے جس سے اس کا مطلب حاصل نہ ہو سکے گا اس لئے اس نے مدعیِ ایمان ہونے کے باوجود کہا کہ ہم کعب بن اشرف یہودی کو پنچ بنائیں گے۔ یہودی جس کا معاملہ تھا وہ خوب جانتا تھا کہ کعب رشوت خور ہے اسلئے اس نے ہم مذہب ہونے کے باوجود کعب کو پنچ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو منافق کو فیصلہ کیلئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہاں مجبوراً آنا پڑا۔ حضور نے جو حق فیصلہ کیا وہ اتفاق سے یہودی کے موافق اور منافق کے مخالف ہوا۔

منافق حضور کا فیصلہ سننے کے بعد پھر یہودی کے درپے ہوا اور اسے مجبور کر کے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لایا۔ یہودی نے آپ سے عرض کیا کہ میرا اور اس کا معاملہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طے فرما چکے ہیں لیکن یہ حضور کے فیصلہ کو نہیں مانتا آپ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ٹھہرو میں ابھی آکر فیصلہ کئے دیتا ہوں یہ فرما کر مکان میں تشریف لے گئے اور تلوار لاکر اس منافق مدعیِ ایمان کو قتل کر دیا۔ اور فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کو نہ مانے اس کے متعلق میرا یہی فیصلہ ہے تو بیان واقعہ کے لئے آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ (تفسیر جلالین وصاوی)

اس کے بعد کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ حضرت عمر نے اس مسلمان کو قتل کر دیا جو حضور کے دربار میں فیصلہ کیلئے حاضر ہوا تھا آپ نے فرمایا مجھے عمر سے ایسی امید نہیں کہ وہ کسی مومن کے قتل پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کر سکے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے پھر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

(۲) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا	تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ تسلیم کرلیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور
(پ۵ ع ۶)	دل سے مان لیں۔

معلوم ہوا کہ جو شخص مدعیِ ایمان ہو کر حضور کو اپنا حاکم نہ مانے حقیقت میں وہ مسلمان نہیں اور نہ اس لائق ہے کہ اسے زندہ رہنے دیا جائے۔

(۳) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط	اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اسلئے کہ اللہ کے حکم سے اس کو فرمانروا
(پ۵ ع ۶)	مانا جائے۔

معلوم ہوا کہ رسول بھیجے ہی اسلئے جاتے ہیں کہ وہ حاکم اور مُطاع بنائے جائیں اور ان کی اطاعت فرض ہو تو اگر کوئی شخص ان کے حکم کو حق نہ سمجھے تو اس نے رسالت کا انکار کر دیا اور جو شخص رسالت کا انکار کر دے

وہ مسلمان نہیں۔

(۴) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ط وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا۔ (پ ۲۲ ع ۲)

کسی مسلمان مرد اور عورت کو لائق نہیں کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمائیں تو انھیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم نہ مانے تو بے شک وہ صریح گمراہی میں ہے۔

شانِ نزول یہ آیت حضرت زینب بنت جحش اسدیہ اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے حق میں نازل ہوئی۔ امیمہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ واقعہ یہ تھا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آزاد کیا تھا اور وہ حضور ہی کی خدمت میں رہتے تھے حضور نے ان کیلئے حضرت زینب کو نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت زینب اور ان کے بھائی نے قومی عار کے سبب منظور نہ کیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت زینب اور ان کے بھائی عبداللہ اس حکم کو سن کر راضی ہو گئے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا۔ (جلالین و صاوی)

ثابت ہوا کہ آدمی کو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت ہر امر

میں واجب ہے یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کوئی اپنے نفس کا بھی خود مختار نہیں، اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جو چیز فرض نہ ہو اس کو حضور چاہیں تو امت میں سے کسی ایک کیلئے فرض فرمادیں اور یہ کہ حضور کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔

(۵) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ۔ (پ ۹ ع ۷)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جاؤ۔

بخاری شریف میں سعید بن معلّٰی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے پکارا لیکن میں نے جواب نہ دیا۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اللہ اور رسول کے بُلانے پر حاضر ہو جاؤ؟

معلوم ہوا کہ اگر کوئی نماز جیسی اہم عبادت میں بھی مشغول ہو اور حضور اسے پکاریں تو لازم ہے کہ نماز ہی کی حالت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اس لئے کہ اطاعتِ مصطفٰے ہی عبادت کی روح ہے۔

رحمتِ عالم

(١) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۔ (پ١٧ ع٧)
اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم ارواح اور عالم اجسام۔ پھر عالم اجسام میں عالم جمادات، عالم نباتات، عالم حیوانات، عالم جنات اور عالم انسان۔ پھر عالم انسان میں مومن ہو یا کافر ہر ایک کے لئے رحمت ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور کا رحمت ہونا عام ہے ایمان والے کے لئے بھی اور اسکے لئے بھی جو ایمان نہ لایا۔ اور مومن کے لئے آپ دنیا و آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لئے آپ دنیا میں رحمت ہیں۔ کیونکہ وہ آپ کی بدولت دوسری قوموں کی طرح دنیا میں خنزیر اور بندر ہونے سے محفوظ رہا۔ (تفسیر صاوی و تفسیر خزائن العرفان)

(٢) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط (پ٩ ع١٨)
اور اللہ کا کام نہیں کہ انھیں عذاب کرے جبتک اے محبوب تم انمیں تشریف فرما ہو

شانِ نزول ایک بار کافروں نے کہا اے اللہ! اگر یہ تیرا قرآن سچا ہے اور ہم اس پر ایمان نہیں لاتے تو ہم پر تو

پتھروں کی بارش کر دے یا کسی دوسرے عذاب میں مبتلا کر دے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور کافروں کو بتا دیا کہ جب تک میرا محبوب رحمۃ للعالمین تم میں موجود رہے گا عذاب نازل نہ ہوگا اس لئے کہ رحمت کاملہ و عذاب عام میں اجتماع نہیں ہو سکتا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور دافع البلاء ہیں۔

آدابِ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۔ (پ ۲۶ ع ۱۳)

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سنتا جانتا ہے۔

شانِ نزول کچھ لوگوں نے عید الاضحیٰ کے دن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے قربانی کر لی تو ان کو حکم دیا گیا کہ دوبارہ قربانی کریں۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ کچھ لوگ رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے تو ان کے حق میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حکم دیا کہ روزہ ہو یا قربانی غرضیکہ کسی بھی کام میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

پیش قدمی نہ کرو کیونکہ یہ شان رسالت کے ادب و احترام کے خلاف ہے۔

(۲) لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ط (پ ۱۸ ع ۱۵)

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جس طرح آپس میں ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہو اس طرح حضور کو نہ پکارو بلکہ یارسول اللہ یانبی اللہ وغیرہ تعظیمی الفاظ سے پکارو۔ جو نام لے کر اس لئے پکارے کہ ان کے مرتبہ کو ہلکا سمجھے وہ دنیا و آخرت میں کافر و ملعون ہے۔ (تفسیر صاوی جلد سوم صفحہ ۱۲۴)

(۳) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ (پ ۲۶ ع ۱۳)

اے ایمان والو! نبی کی آواز پر اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو اور ان کے حضور چلا کر بات نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

شانِ نزول ایک بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ اقرع بن حابس کو ان کی قوم کا عامل بنا دیا جائے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ نہیں، بلکہ قعقاع

بن معبد کو عامل بنایا جائے اسی گفتگو میں ان حضرات کی آوازیں بلند ہوگئیں تو اس آیت کریمہ نے نازل ہو کر انھیں دربار رسالت کے آداب سے آگاہ کر دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ ترک آداب سے نیکیاں برباد ہو جائیں گی۔ (تفسیر صاوی)

معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسی عزت و عظمت والے ہیں کہ ان کی بارگاہ میں سچی اور حق بات بھی چلاّ کے کرنا سخت ناپسندیدہ اور عتاب الٰہی کا باعث ہے۔

مروی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک راستہ میں بیٹھ کر رونے لگے تو حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انھوں نے کہا کہ میری آواز بلند ہے غالباً یہ آیت کریمہ میرے ہی حق میں نازل ہوئی ہے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میرے اعمال برباد اور اکارت نہ ہو جائیں اور میں جہنمی نہ ہو جاؤں اتنا کہکر آپ اور رونے لگے۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ کی اطلاع حضور سے کی۔ آپ نے فرمایا کہ ثابت کو بلایا جائے۔

حضرت ثابت حاضر بارگاہ رسول ہوئے۔ حضور نے رونے کا سبب دریافت فرمایا انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آیت کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ نازل ہوئی ہے اور میں بلند آواز ہوں ہو سکتا ہے کہ

یہ آیت کریمہ میرے ہی حق میں نازل ہوئی ہو تو میری نیکیاں برباد ہو جائیں گی اور میں جہنمی ہو جاؤں گا۔ حضور نے فرمایا اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَعِیْشَ حَمِیْدًا وَّتُقْتَلَ شَهِیْدًا وَّتَدْخُلَ الْجَنَّةَ یعنی کیا تو راضی نہیں کہ خوشحال زندگی گزارے اور راہ خدا میں شہید کیا جائے اور جنت میں داخل ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ میں اللہ و رسول کی بشارت سے راضی ہوں۔ اب میں کبھی حضور کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کروں گا۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (تفسیر صاوی جلد چہارم صفحہ ۹۲)

معلوم ہوا کہ حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر شخص کے بارے میں جانتے ہیں کہ اس کی آئندہ زندگی کیسی ہوگی؟ دوسرے یہ کہ وہ دنیا سے کس حال میں جائے گا؟ تیسرے یہ کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی؟

شانِ مومن

(۱) لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ج وَمَنْ یَّفْعَلْ	مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں اور جو ایسا کرے اُسے اللہ سے کچھ واسطہ نہ رہا

ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ط

مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو۔

(پ ۳ ع ۱۱)

شانِ نزول حضرت عُبادہ ابن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ احزاب کے دن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ پانچسو یہودی میرے ہمدرد اور حلیف ہیں میں چاہتا ہوں کہ دشمن کے مقابلہ میں ان سے مدد حاصل کروں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور خدا و رسول جلّ جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کو دوست و مددگار بنانے کی ممانعت فرمائی گئی۔ اور انھیں رازدار بنانا اور ان سے دوستی و محبت کرنا ناجائز قرار دیا گیا۔ ہاں اگر جان و مال کے نقصان کا صحیح اندیشہ ہو تو ایسے وقت میں صرف ظاہری برتاؤ کرنا جائز ٹھہرایا گیا

(۲) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ط وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں۔ اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے تو وہی ظالم ہیں۔

(پ ۱۰ ع ۹)

شانِ نزول: جب مسلمانوں کو کافروں سے ترکِ محبت کا حکم دیا

گیا تو آج کل کے بعض سنیت کے دعویداروں کی طرح کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آدمی اپنے باپ بھائی اور رشتہ دار وغیرہ سے تعلق ختم کر دے تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ کافروں سے دوستی و محبت جائز نہیں چاہے ان سے کوئی بھی رشتہ ہو۔ چنانچہ آگے ارشاد فرمایا۔

(٣) قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﹰ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۔ (پ۱ ع۹)

تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال۔ اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اپنے دین و ایمان کو بچانے کیلئے دنیا کی مشقت برداشت کرنا مسلمانوں پر لازم ہے اور اللہ اور اسکے

رسول پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کے مقابلہ میں دنیا کے تعلقات کی پروا کرنے والا فاسق ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ خدا و رسول کی محبت ایمان کی دلیل ہے۔

(۴) لَا تَجِدُ قَوۡمًا يُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ يُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَوۡ كَانُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ اَوۡ اَبۡنَآءَهُمۡ اَوۡ اِخۡوَانَهُمۡ اَوۡ عَشِيۡرَتَهُمۡ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِيۡمَانَ وَاَيَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ ؕ وَيُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۔ (پ ۲۸ ع ۳)	تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور قیامت کے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔ اگرچہ وہ انکے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا اور اپنی روح کی طرف سے ان کی مدد فرمائی۔ اور انھیں ایسے باغوں میں لیجائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہی لوگ اللہ والے ہیں سنتا ہے! اللہ والے ہی مراد کو پہونچے۔

معلوم ہوا کہ مومن کی یہ شان ہی نہیں اور اس کا ایمان اس کو

گوارا ہی نہیں کر سکتا کہ خدا اور رسول کے دشمنوں، بد دینوں، بد مذہبوں اور خدا اور رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والوں سے محبت کرے خواہ وہ دشمن رسول اس مومن کا باپ دادا ہی کیوں نہ ہو۔ اور جسمیں یہ صفت پائی جائے گی اللہ تعالیٰ اسے سات نعمتوں سے نوازے گا۔

(۱) اللہ تعالیٰ ایمان کو دل میں نقش کر دے گا۔ اس میں ایمان پر خاتمہ کی بشارت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا مٹنا نہیں ہے — (۲) اللہ تعالیٰ روح القدس سے مدد فرمائے گا (۳) ہمیشہ کے لئے ایسی جنتوں میں جائے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں — (۴) اللہ والا ہو جائے گا — (۵) منہ مانگی مرادیں پائے گا — (۶) اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو گا — (۷) وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گا۔ یہ انتہائے بندہ نوازی ہے ورنہ بندے کیلئے اللہ تعالیٰ کی رضا بس ہے۔

ایمان کی یہ شان صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ملاحظہ ہو۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ جرّاح کو جنگ اُحد میں قتل کر دیا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدر کے دن اپنے بیٹے عبد الرحمٰن کو مقابلہ کے لئے بُلایا لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اجازت نہ دی۔ اور مصعب بن عُمیر نے اپنے بھائی عبد اللہ بن عمیر کو قتل کیا۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو جنگ بدر میں قتل کیا۔

اور حضرت علی بن ابی طالب و حمزہ و ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ربیعہ کے بیٹوں عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو جنگ بدر میں قتل کر دیا جو ان کے رشتہ دار تھے (تفسیر خزائن العرفان) لیکن آج کل کے مسلمان کہلانے والے اپنے مرتد اور بے دین پرانے رشتہ داروں اور دوستوں سے قطع تعلق کرنے سے بھی مجبوری ظاہر کرتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

(۵) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۔	اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔ اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔

(پ ۶ ع ۱۲)

شانِ نزول صحابی رسول حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منافقوں کے سردار عبداللہ بن اُبی سے فرمایا کہ یہود کی میرے بہت دوست ہیں جو بڑی شان و شوکت والے ہیں، لیکن اب میں ان کی دوستی سے بیزار ہوں اللہ و رسول کے سوا میرے دل میں کسی کی محبت کی گنجائش نہیں اس پر عبداللہ بن اُبی نے کہا کہ میں تو یہود کی دوستی ختم نہیں کر سکتا اس لئے کہ مجھے

پیش آنے والے حوادث کا اندیشہ ہے مجھے ان کے ساتھ رسم وراہ رکھنی ضروری ہے تاکہ وقت آنے پر وہ ہماری مدد کریں تو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے عبداللہ بن اُبی سے فرمایا کہ یہود کی دوستی کا دم بھرنا تیرا ہی کام ہے عبادہ کا یہ کام نہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما کر بتا دیا کہ یہود و نصاریٰ سے محبت و دوستی قائم رکھنا مسلمانوں کی شان نہیں ۔ (تفسیر صاوی جلد اول صفحہ ۲۵۱)

موجودہ زمانے کے سنّی بننے والے صلح کلّی بھی آج اسی عبداللہ بن اُبی کی طرح عذر پیش کرتے ہیں کہ اگر ہم بے دینوں بد مذہبوں اور خدا و رسول کی شان میں گستاخی کرنے والوں سے دوستی و محبت نہ قائم رکھیں اور ان سے نفرت کریں تو ہمارے بہت سے کام رک جائینگے مگر یہ عذر ان کے نفس کا دھوکا ہے ۔

امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم نے اپنا منشی نصرانی رکھ لیا ہے حالانکہ تم کو اس سے کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہیئے ۔ کیا تم نے یہ آیت نہیں سُنی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ؕ انھوں نے عرض کیا نصرانی کا دین اس کے ساتھ ہے ۔ مجھے تو اُس کے لکھنے پڑھنے سے غرض ہے ۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ اللہ نے انھیں ذلیل کیا تم انھیں عزت نہ دو اللہ نے

انھیں دور کیا تم انھیں قریب نہ کرو۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ بغیر اس کے بصرہ کی حکومت کا کام چلانا دشوار ہے۔ میں نے مجبوراً اس کو رکھ لیا ہے کیونکہ اس قابلیت کا آدمی مسلمانوں میں نہیں ملتا۔ اس پر حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نصرانی مر جائے تو کیا کرو گے؟ جو انتظام اس وقت کرو گے وہ اب کر لو اور اس دشمن اسلام سے کام لے کر اس کی عزت ہر گز ہر گز نہ بڑھاؤ۔

(تفسیر خزائن العرفان)

کفار سے دوستی و محبت چونکہ مرتد اور بے دین ہونے کا سبب ہے اس لئے اس کی ممانعت کے بعد فرمایا۔

(۶) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ٘ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُؕ	اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھر جائیگا یعنی مرتد ہو جائیگا تو عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا ہوگا۔ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں لڑیں گے۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے

وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔ دیتا ہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

(پ ۶ ع ۱۲)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مسلمانوں میں سے بعض لوگوں کے مرتد ہونے کی خبر دی اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اللہ کے محبوب ہوں گے اور اللہ ان کا محبوب ہوگا اور ان کی پہچان یہ ہوگی کہ وہ مسلمانوں کے لئے نرم ہوں گے لیکن کافروں اور مرتدوں کیلئے سخت رہیں گے وہ اللہ کی راہ میں ہتھیار قلم اور زبان سے لڑیں گے مگر دنیا دار انھیں فسادی لڑاکو اور جھگڑالو سمجھے گا، گالیاں دے گا، اور برا بھلا کہے گا لیکن انھیں اس کا کوئی غم نہ ہوگا وہ بلا خوف لومۃ لائم اعلاء کلمۃ الحق و تردید باطل کرتے ہی رہیں گے۔

نوٹ:۔ موجودہ زمانہ میں ان علامتوں کے مصداق وہی علماء ہیں جو بد مذہبوں اور مرتدوں کا کھلم کھلا رد کرتے ہیں صلح کلیوں اور نام نہاد سنی کہے جانے والوں کی ملامت اور لعن طعن کو خاطر میں نہیں لاتے۔

گستاخیٔ رسول کا نتیجہ

(۱) وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بہت قسمیں[۱] کھانے والا، ذلیل[۲]، بہت طعنہ[۳]

بِنَمِیۡمٍ مَّنَّاعٍ لِّلۡخَیۡرِ مُعۡتَدٍ اَثِیۡمٍ عُتُلٍّۭ بَعۡدَ ذٰلِکَ زَنِیۡمٍ۔ (پ ۲۹ ع ۳)

دینے والا، بہت اِدھر کی اُدھر لگاتا پھرنے والا، بھلائی سے بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، گنہگار، سرکش، اس پر طرّہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا ہے

شانِ نزول

ولید بن مغیرہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی یعنی مجنوں کہا جس سے حضور کو دکھ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے چند آیات مبارکہ نازل فرما کر حضور کو تسلی و تشفی دی اور آیات مذکورہ بالا میں اس گستاخ کے نو عیبوں کو بیان فرمایا حتی کہ یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اس کی اصل میں خطا ہے۔

جب یہ آیتیں نازل ہوئیں تو ولید بن مغیرہ نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے میرے بارے میں نو باتیں بیان کی ہیں ان میں سے آٹھ کو تو میں جانتا ہوں لیکن نویں بات یعنی میری اصل میں خطا ہونا تجھی کو معلوم ہو گا تو مجھے سچ سچ بتا دے ورنہ تیری گردن مار دوں گا اس کی ماں نے جواب دیا کہ ہاں تیرا باپ نامرد تھا مجھے فکر ہوئی کہ وہ مر جائے گا تو اس کا مال دوسرے لوگ لے جائیں گے تو میں نے ایک چرواہے کو بلا لیا اور تو اسی کے نطفہ سے ہے۔ (تفسیر صاوی جلد چہارم صفحہ ۱۹)

اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کو بُرا بھلا کہنا اور اس کے عیبوں کو کھلم کھلا بیان

کرنا سنّتِ الٰہیہ ہے۔

۲ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَ کَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِھِمْ۔ (پ۱۰ ع۱۶)	اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انھوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہوگئے۔

شانِ نزول ابن جریر وطبرانی وابو الشیخ وابن مردویہ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک درخت کے سایہ میں آرام فرما رہے تھے تو ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایک ایسا شخص آئے گا جو تمھیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اس سے بات ہرگز نہ کرنا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک کرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے بلا کر فرمایا کہ تو اور تیرے ساتھی کس بات پر میری شان میں گستاخی کا لفظ بولتے ہیں؟

وہ گیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو بلا لایا۔ سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حضور کی شان میں بے ادبی کا نہیں کہا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے گستاخی نہیں کی ہے اور بیشک وہ ضرور کفر کا لفظ بولے ہیں اور رسول کی شان میں بے ادبی کر کے اسلام کے بعد کافر ہو گئے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کا لفظ بولنے والا کافر ہے اور یہ کہ ایسے شخص کو کافر کہنا سنت الٰہیہ ہے۔

③ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۔ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ (پ ١٠ ع ١٤)	اور اگر تم ان سے پوچھو تو بیشک ضرور کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی کھیل میں تھے۔ تم فرما دو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ اپنے ایمان کے بعد تم کافر ہو چکے۔

شانِ نزول

ابن ابی شیبہ وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ امام مجاہد شاگرد خاص سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی تھی وہ اس کو تلاش کر رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے اس پر ایک منافق نے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بتاتے ہیں کہ اونٹنی فلاں جنگل میں ہے حالانکہ ان کو غیب کی کیا خبر؟

حضور نے اس منافق کو بلا کر دریافت کیا تو اس نے کہا کہ ہم تو ایسے ہی ہنسی مذاق کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی کہ کیا اللہ و رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو؟ ...... بہانے نہ بناؤ تم مسلمان کہلا کر اس

لفظ کے بولنے سے کافر ہو گئے۔ (تفسیر امام ابن جریر مطبع مصر جلد دہم صفحہ ۱۰۵ و تفسیر درمنثور امام جلال الدین سیوطی جلد سوم صفحہ ۲۵۴)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ لفظ بولنا کہ ان کو غیب کی کیا خبر؟ —— یا لکھنا جیسا کہ تقویۃ الایمان کے صفحہ ۵۷ پر ہے "رسول کو غیب کی کیا خبر؟" —— کفر ہے۔

(۴) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۔ (پ۱ ع ۱۳)

اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں۔ اور پہلے ہی سے بغور سنو۔ اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

شانِ نزول

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابۂ کرام کو کچھ وعظ و نصیحت فرماتے تو وہ لوگ درمیان کلام میں کبھی کبھی عرض کرتے رَاعِنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ط اس کے معنیٰ یہ تھے کہ یارسول اللہ ہماری رعایت فرمائیے یعنی اپنی گفتگو کو دوبارہ ارشاد فرمادیجئے تاکہ ہم لوگ اچھی طرح سمجھ لیں اور یہود کی لغت میں لفظ رَاعِنَا بے ادبی کا معنیٰ رکھتا تھا یہودیوں نے اس لفظ کو گستاخی کی نیت سے کہنا شروع کیا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودیوں کی زبان جانتے تھے ایک دن یہ کلمہ آپ نے ان کی زبان سے سن کر فرمایا کہ اے دشمنانِ خدا تم پر اللہ کی لعنت ہو اگر اب میں نے کسی کی زبان سے یہ لفظ سنا تو اس کی

گردن مار دوں گا۔ یہودیوں نے کہا کہ آپ تو ہم پر ناراض ہوتے ہیں حالانکہ مسلمان بھی یہی لفظ بولتے ہیں۔ یہودیوں کے اس جواب پر آپ رنجیدہ ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہی ہو رہے تھے کہ یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی جس میں رَاعِنَا کہنے سے لوگوں کو روک دیا گیا اور اس معنیٰ کا دوسرا لفظ اُنْظُرْنَا کہنے کا حکم ہوا (تفسیر صاوی جلد اول صفحہ ۴۴)

ثابت ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تعظیم و توقیر کرنا اور ان کی جناب میں ادب کے کلمات بولنا فرض ہے اور جس لفظ میں بے ادبی کا ذرا بھی شائبہ ہو ہرگز زبان پر نہیں لا سکتے۔ اور وَلِلْکٰفِرِیْنَ میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ انبیائے کرام علیہم السّلام کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والا کافر ہے چاہے وہ کلمہ پڑھنے والا ہی کیوں نہ ہو۔

اصل نیکی

(۱) لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالْکِتٰبِ وَالنَّبِیّٖنَ ط (پ ۲ ع ۶)	نیکی یہ نہیں ہے کہ اپنا منھ نماز میں پورب یا پچھم کرو بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور قرآن اور تمام انبیاء پر۔

معلوم ہوا کہ ضروریات دین پر ایمان لانا ہی اصل ہے بغیر اس کے قبلہ رو ہو کر نماز پڑھنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

(۲) وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۔ (پ۱۰ ع ۱۳)

وہ جو خرچ کرتے ہیں اس کا قبول ہونا صرف اسی لئے بند ہوا کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری سے۔

معلوم ہوا کہ خیرات کرنے والے اور نماز پڑھنے والے لوگوں میں بھی کچھ لوگ کافر ہوتے ہیں۔

(۳) فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ

پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں، اور ہم آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں علم والوں کے لئے اور اگر عہد کر کے اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو ان کی قسمیں کچھ نہیں اس امید پر کہ شاید

الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ۔ (پ۱ ع ۸) — وہ باز آجائیں۔

معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اگر دین پر طعنہ کریں تو کافر بلکہ کافروں کے سردار اور سرغنہ ہیں۔

بربادی اعمال

(۱) وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ (پ۲ ع ۱۱)

اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے یعنی مرتد ہو جائے پھر کفر کی حالت میں مر جائے تو ان لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں برباد ہو گئے اور وہ دوزخ والے ہیں۔ انہیں اسمیں ہمیشہ رہنا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مرتد ہونے سے تمام عمل بیکار ہو جاتے ہیں۔ آخرت میں تو اس طرح کہ مرنے کے بعد اپنے عملوں کا کوئی ثواب نہیں پائیگا اور دنیا میں اس طرح کہ مرتد کو شریعت قتل کا حکم دیتی ہے اسکی عورت اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے اور اپنے اقارب کا ورثہ پانے کا بھی مستحق نہیں رہتا ہے۔ (تفسیر روح البیان وغیرہ)

ایمان پھر عمل

(۱) وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ج هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ (پ ۱ ع ۹)

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ جنت والے ہیں انھیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

(۲) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ (پ ۶ ع ۶)

جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اللہ نے ان کو بخشنے کا اور بہت بڑا ثواب دینے کا وعدہ کیا ہے۔

(۳) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ۔ (پ ۳۰ سورۃ البینۃ)

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ عمل سے ایمان مقدم ہے۔ لہٰذا پہلے ایمان کو درست کرنا لازم ہے، پھر نماز وغیرہ عبادات کی پابندی ضروری ہے۔

اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ج وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (پ۵ ع ۶)

اور جو لوگ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ ان کو حضرات انبیاء، صدیق، شہدا اور صالحین کا ساتھ ملے گا۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔

شانِ نزول حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت تھی یہانتک کہ جدائی کی تاب نہیں رکھتے تھے۔ ایک دن اس قدر غمگین اور رنجیدہ حاضر ہوئے کہ چہرہ کا رنگ بدل گیا تھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ثوبان! آج چہرہ کا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ عرض کیا حضور مجھے کوئی بیماری نہیں ہے اور نہ جسم میں کہیں درد ہے لیکن جب حضور سامنے نہیں ہوتے تو انتہا درجہ کی وحشت اور پریشانی ہوجاتی ہے جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہاں حضور کا دیدار کس طرح نصیب ہوگا؟ کیونکہ حضور اعلیٰ ترین مقام میں ہوں گے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اگر اپنے

کرم سے جنت بھی دی تو اس بلند منصب تک میری رسائی کہاں ؟
اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور انھیں تسکین دی گئی کہ حضور کے غلام اور فرمانبردار حضور کے ساتھ ہی رہیں گے ۔

(۲) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ (پ ۵ ع ۸) جس نے رسول کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی ۔

شانِ نزول ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی تو اس پر آج کل کے بے دینوں اور بدمذہبوں کی طرح اس زمانہ کے بعض منافقوں نے کہا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہم انھیں رب مان لیں جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت کریمہ نازل فرما کر اپنے حبیب پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرما دی کہ بیشک رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے ۔ (تفسیر خزائن العرفان)

کفار اور لفظِ بشر

(۱) قَالَ لَمْ اَكُنْ ابلیس نے کہا کہ مجھے زیبا نہیں کہ

لِاَسْجُدَ لِبَشَرٍ ط (پ۱۴ ع ۳) — میں بشر کو سجدہ کروں۔

معلوم ہوا کہ سب سے پہلے جس کا فرنے مقام ہتک میں نبی کو بشر کہا وہ ابلیس ہے۔

(۲) فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ط (پ۱۲ ع ۳) — تو (حضرت نوح علیہ السلام) کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا بشر دیکھتے ہیں۔

(۳) قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ (پ۱۳ ع ۱۴) — کافروں نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام سے) کہا کہ تم تو ہمارے ہی مثل بشر ہو۔

(۴) فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔ (پ۱۸ ع ۲) — تو (حضرت نوح علیہ السلام کی) قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ یہ تو تمہارے ہی مثل بشر ہیں۔

(۵) وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا لا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ لا (پ۱۸ ع ۳) — اور کہا اس قوم کے سردار جنھوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا اور ہم نے انھیں دنیا کی زندگی میں آرام دیا کہ یہ تو تمہارے ہی مثل بشر ہیں۔

(۶) فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ — تو کافروں نے کہا کیا ہم ایمان لے آئیں

لِبَشَرَیۡنِ مِثۡلِنَا۔ (پ ۱۸ ع ۳)

اپنے مثل دو بشر (حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام) پر؟

⑦ مَآ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا۔ (پ ۱۹ ع ۱۲)

(کافروں نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ) تم تو ہمارے ہی مثل بشر ہو۔

⑧ وَمَآ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا۔ (پ ۱۹ ع ۱۴)

(کافروں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ) تم تو ہمارے ہی مثل بشر ہو۔

⑨ قَالُوۡا مَآ اَنۡتُمۡ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا۔ (پ ۲۲ ع ۱۹)

کافروں نے (حضرت شمعون اور ان کے ساتھیوں سے) کہا کہ تم تو ہمارے ہی مثل بشر ہو۔

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو ازراہِ توہین کافروں ہی نے بشر کہا جس سے ثابت ہوا کہ کسی نبی کے بارے میں بشر بشر کی رٹ لگانا کافروں کا کام ہے۔ اس امت میں بھی حضور کی شان گھٹانے کے لئے وہابی، دیوبندی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے مثل بشر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

صرف خدا کا اقرار کافی نہیں

① وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ

اور اگر تم ان (کافروں) سے پوچھو کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا؟ اور

وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط (پ ۲۱ ع ۲)	چاند و سورج کو کام میں کس نے لگایا؟ تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔
(۲) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ (پ ۲۱ ع ۲)	اور اگر تم ان (کافروں) سے پوچھو کہ آسمان سے پانی کس نے اُتارا؟ پھر اس کے سبب زمین زندہ کر دی اس کے مرنے کے بعد۔ تو ضرور کہیں گے اللہ نے
(۳) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ (پ ۲۱ ع ۱۲)	اور اگر تم ان (کافروں) سے پوچھو کہ آسمان و زمین کو کس نے بنایا؟ تو ضرور کہیں گے اللہ نے۔

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کفری عقیدوں سے توبہ کر کے سچے دل سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا غلام بن کر اللہ تعالیٰ کو ماننا چاہئے ورنہ عقائد کفریہ رکھتے ہوئے اللہ کا ماننا کچھ فائدہ نہ دے گا۔

علم غیب

(۱) عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ط (پ ۲۹ ع ۱۲)	غیب کا جاننے والا (اللہ) صرف اپنے پسندیدہ رسولوں کو ہی غیب پر قابو دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو غیب پر قابو دیا ہے اور جسے غیب پر قابو ہوتا ہے وہ غیب ضرور جانتا ہے تو ثابت ہوا کہ رسول غیب ضرور جانتے ہیں۔ یعنی اس آیت کریمہ کا خلاصہ اَلرَّسُوْلُ مُظْهَرٌ عَلَى الْغَيْبِ ہے۔ اور یہ بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ کُلُّ مُظْهَرٍ عَلَى الْغَيْبِ يَعْلَمُ الْغَيْبَ تو ثابت ہوا کہ اَلرَّسُوْلُ يَعْلَمُ الْغَيْبَ یعنی رسول کو غیب کا علم ہے۔

(۲) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (پ ۱۴ ع ۱۸) — اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

اس آیت کریمہ سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ قرآن پاک میں ہر ہر چیز کا کھلم کھلا روشن بیان ہے دوسرے یہ کہ وہ قرآن ہمارے نبی پر اترا تو خلاصہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے قرآن میں سارے جہان کی ساری چیزیں روشن کر دی گئی ہیں یعنی کوئی بھی چیز حضور سے پوشیدہ نہیں۔

وسیلہ

(۱) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ — اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ

الْوَسِيْلَةَ ۔ (پ ع ۱۰) — ڈھونڈھو۔

(۲) وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (پ۵ ع ۶)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول انکی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں

معلوم ہوا کہ بارگاہ الٰہی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ اور آپ کی شفاعت ذریعۂ نجات ہے۔

(۳) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ط (پ۱۵ ع ۶)

وہ مقبول بندے جنھیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب وسیلہ تلاش کرنا اور اسکے مقرب بندوں کو وسیلہ بنانا جائز و مستحسن اور اس کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔

تبرکات

(۱) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (پ ۲ ع ۱۶)

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا کہ اسکی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جسمیں تمہارے رب کیطرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی۔ اٹھائے ہوئے لائیں گے اسے فرشتے بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو۔

مروی ہے کہ جس تابوت کا اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے وہ شمشاد کی لکڑی کا ایک صندوق تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اس میں تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصویریں تھیں ان کے مساکن و مکانات کے نقشے تھے اور آخر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کی دولت سرائے اقدس کا نقشہ ایک یاقوت سرخ میں تھا کہ حضور بحالت نماز قیام میں ہیں اور آپ کے اصحاب آپ کے ساتھ ہیں یہ صندوق وراثۃً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام

کو پہونچا آپ اس میں توریت اور اپنا مخصوص سامان بھی رکھتے تھے،
چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا، کپڑے اور نعلین شریفین
اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کا عصا وغیرہ بھی تھا۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے
رکھتے تھے اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو سکون رہتا تھا، آپ کے بعد
یہ صندوق بنی اسرائیل میں موجود تھا جب انھیں کوئی مشکل پیش آتی تو
اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے دشمنوں کے
مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے، جب بنی اسرائیل کی حالت خراب
ہوئی اور برائیاں بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط فرمایا وہ
بنی اسرائیل سے تابوت چھین کر لے گئے اور اس کو نجس اور گندے
مقامات میں رکھا اور اس کی بے حرمتی کی تو ان گستاخیوں کی وجہ سے
وہ طرح طرح کے امراض و مصائب میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ ان کی
پانچ بستیاں ویران ہو گئیں تو انھیں یقین ہو گیا کہ تابوت کی توہین
ان کی بربادی کا سبب ہے۔ (تفسیر صاوی جلد اول صفحہ ۱۰۴)
معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کی تعظیم و تکریم لازم ہے ان کی
برکت سے دعائیں قبول ہوتی اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور یہ کہ تبرکات
کی بے حرمتی گمراہوں کا طریقہ اور بربادی کا سبب ہے۔
نوٹ: تابوت میں جو تصویریں تھیں وہ من جانب اللہ تھیں

کسی آدمی کی بنائی ہوئی نہ تھیں۔

تصرفات

(۱) اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ (پ ۲۷ ع ۸) قیامت قریب آئی اور چاند پھٹ گیا۔

اس آیت کریمہ میں واقعۂ شق القمر کو بیان کیا گیا ہے کہ کفار قریش کے مطالبہ پر حضور نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا تھا۔ (تفسیر صاوی)

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو چاند پر بھی اختیار عطا فرمایا ہے۔

(۲) وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ط (پ ۷ ع ۴) (اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا) اور جب تو مٹی سے پرند کی سی مورت میرے حکم سے بناتا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی اور تو مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا۔

(۳) وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ اور رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے پاس

رَبِّكُمْ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ	ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کیطرف
مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْــٴَـةِ الطَّیْرِ	سے کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندکی سی
فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا	صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک
بِاِذْنِ اللّٰهِ ج وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ	مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہو جاتی ہے اللہ
وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى	کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد
بِاِذْنِ اللّٰهِ ج وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا	اندھے اور سفید داغ والے کو اور مردے
تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ لا	کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں
فِیْ بُیُوْتِكُمْ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ	بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں
لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ	میں جمع کر رکھتے ہو بیشک ان باتوں
مُّؤْمِنِیْنَ ۔	میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم
(پ ۳ ع ۱۳)	ایمان رکھتے ہو۔

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کو مٹی کی چڑیا بنا کر اسے زندگی بخش دینے، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینے اور مردے کو زندہ کر دینے کا اختیار دیا ہے۔ اور وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام غیب داں ہیں۔

حلال و حرام

(۱) اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ (پ۲ ع ۵)

اس نے یہی تم پر حرام کیا ہے مردار اور خون اور سُور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔

(۲) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ (پ۶ ع ۵)

تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سُور کا گوشت اور وہ جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔

(۳) قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ج (پ۸ ع ۵)

تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام۔ مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا سور کا گوشت وہ نجاست ہے۔ یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ وہ جانور جس کے ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کی جگہ غیر خدا کا نام لیا گیا تو وہ حرام ہے لیکن اگر وہ جانور کسی پیر یا ولی کے نام پر یاد کیا جاتا تھا مگر وقت ذبح غیر اللہ کا نام نہ لیا گیا اور بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے ذبح کیا گیا تو حرام نہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جس چیز کی حرمت شرع میں وارد نہ ہو اسکو ناجائز و حرام کہنا باطل ہے۔

پردہ

(۱) وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ

اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا بناؤ سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی

اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ص وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ط (پ ۱۸ ع ۱۰)

یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کا چھپا ہوا سنگار جانا جائے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ محرم، اپنے دین کی عورتیں، اپنی کنیزہ، اپنا ایسا نوکر جو شہوت والا نہ ہو اور نا سمجھ بچوں کے علاوہ غیروں پر عورتوں کو اپنا بناؤ سنگار ظاہر کرنا اور ان کے سامنے بے حجاب ہونا حرام ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتیں گھر کے اندر چلنے پھرنے میں بھی پاؤں اس قدر آہستہ رکھیں کہ ان کے زیور کی جھنکار نہ سنی جا سکے لہٰذا عورتوں کو باجے دار جھانجھن نہ پہننا چاہئے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کی دعا نہیں قبول فرماتا جنکی عورتیں جھانجھن پہنتی ہوں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب زیور کی آواز

کے سبب دعا نہیں قبول ہوتی تو خود عورت کی آواز اور اس کا بلا حجاب گلی کوچوں اور سڑکوں پر گھومنا کتنی تباہی کا باعث ہوگا۔ اور ننگا لباس پہن کر لوگوں کے سامنے نکلنا کتنے بڑے عذاب کا سبب ہوگا۔

نماز

(۱) حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ۔ (پ۲ ع۱۵)

نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی۔ اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

اس آیت کریمہ سے نمازوں کی فرضیت معلوم ہوئی اور اس کے اندر قیام کا فرض ہونا بھی ثابت ہوا۔

(۲) فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْہِرُوْنَ۔ (پ۲۱ ع۵)

تو اللہ کی پاکی بیان کرو جب شام کرو اور جب صبح ہو۔ اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب ظہر کا وقت ہو۔

اس آیت کریمہ میں پانچوں نمازوں کے اوقات بیان کیئے گئے ہیں چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ

کیا نماز پنجگانہ کا بیان قرآن پاک میں ہے؟ فرمایا ہاں، اور یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

(۳) اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط — بیشک نماز بے حیائی اور بُری بات سے روکتی ہے۔

(پ ۲۱ ع ۱)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو شخص خلوص کے ساتھ نماز کا پابند ہو اور اس کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ ایک نہ ایک دن ان تمام برائیوں کو ترک کر دے گا جن میں وہ مبتلا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا اور بہت سے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی گئی۔ فرمایا اس کی نماز کسی روز اس کو ان باتوں سے روک دے گی چنانچہ بہت ہی قریب زمانہ میں اس نے توبہ کی اور اس کا حال بہت بہتر ہو گیا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس کی نماز اس کو بے حیائی اور ممنوعات سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔

(۴) اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ — نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہو۔

(پ ۲۱ ع ۷)

معلوم ہوا کہ نماز نہ پڑھنا مشرکوں کی علامت ہے۔ لہٰذا اس سے غفلت برتنے والے مسلمان اس آیت کریمہ سے ہدایت حاصل کریں

روزہ

(۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (پ۲ ع ۷)	اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے۔

اس آیت کریمہ سے چند باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ روزہ صرف مسلمان مرد اور عورت پر فرض کیا گیا۔ لہٰذا اگر کوئی کافر بے دین صبح سے شام تک بہ نیت عبادت کھانے پینے اور جماع کرنے سے رُکا رہے تو اسے کچھ ثواب نہ ملے گا۔ دوسرے یہ کہ روزہ عبادت قدیمہ ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے تمام شریعتوں میں فرض ہوتا رہا، اگرچہ احکام مختلف تھے مگر اصل روزے سب امتوں پر لازم رہے۔ تیسرے یہ کہ روزہ سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔

زکوٰۃ و صدقات

(۱) اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (پ۳ ع۶)

وہ لوگ جو اپنے مال کو رات اور دن میں چھپے اور علانیہ طور پر خیرات کرتے ہیں ان کے لئے ان کا ثواب ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

شانِ نزول یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جبکہ آپ نے راہ خدا میں چالیس ہزار دینار خرچ کیا تھا۔ دس ہزار رات میں اور دس ہزار دن میں اور دس ہزار پوشیدہ اور دس ہزار علانیہ۔

معلوم ہوا کہ چھپے طور پر اور علانیہ رات اور دن میں اپنے مال کو خیرات کرنے والے ایسی عزت والے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر خوف وغم نہیں طاری کرے گا۔

(۲) مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ

ان کی مثال جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح ہے جس نے اگائیں سات بالیں

سَنَابِلَ فِی کُلِّ سُنۡۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ط وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنۡ یَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ۔ (پ ۳ ع ۴)

ہر بال میں سو دانے۔ اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھاتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے۔ اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا خواہ واجب ہو جیسے زکوٰۃ وصدقۂ فطر وغیرہ خواہ نفل جیسے کسی طالب علم کو کتاب خرید کر دینا یا شفاخانہ وسرائے بنا دینا یا مُردوں کے ایصال ثواب کے لئے تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں کے طریقہ پر غربا ؤ مساکین کو کھانا کھلانا ہر صورت میں اللہ تعالیٰ کے اس کرم بے پایاں کا مستحق ہے جو آیت کریمہ میں مذکور ہوا اس لئے کہ انفاق فی سبیل اللہ مطلق ہے لہٰذا ہر مومن جو خلوص کے ساتھ راہ خدا میں خرچ کرے وہ اس انعام کا ضرور مستحق ہوگا۔

(۳) اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا یُتۡبِعُوۡنَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًی لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ۔ (پ ۳ ع ۴)

وہ لوگ جو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ پھر خرچ کر کے نہ احسان رکھتے ہیں نہ تکلیف پہونچاتے ہیں۔ تو ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور انھیں نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

شانِ نزول یہ آیت حضرت عثمان غنی و حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکر اسلام کے لئے ایک ہزار اونٹ مع سامان پیش کیا، اور حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہزار درہم بارگاہ رسالت میں حاضر کیا، اور عرض کیا کہ میرے پاس کل آٹھ ہزار درہم تھے نصف مال میں نے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے رکھ لیا اور نصف خدا کی راہ میں حاضر ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم نے دیا اور جو تم نے اپنے اہل و عیال کے لئے رکھا اللہ تعالیٰ دونوں میں برکت عطا فرمائے۔ (صاوی)

حضور کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ ان کا مال بہت زیادہ بڑھا یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوئی تو انھوں نے دو بیبیاں چھوڑیں انھیں کل مال کا آٹھواں حصہ ملا جس کی مقدار ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم تھی۔

④ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ۔ (پ۳ ع ۵)	اے ایمان والو! اپنی پاک کمائیوں میں سے خرچ کرو اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ سونا چاندی اور روپیہ وغیرہ

کی زکوٰۃ دے اور زمین کی پیداوار میں ہر قسم کے غلّے اور پھل وغیرہ کی بھی زکوٰۃ دے۔

⑤ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لا فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ لا یَّوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ فَتُکْوٰی بِھَا جِبَاھُھُمْ وَجُنُوْبُھُمْ وَظُھُوْرُھُمْ ھٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ۔ (پ۱۰ ع۱۱)	اور جو لوگ کہ سونا اور چاندی جوڑ کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں خوشخبری سناؤ دردناک عذاب کی جس دن وہ جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے داغیں گے انکی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں (پھر کہا جائیگا) یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب اس جوڑنے کا مزا چکھو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے اور غریبوں کا حصہ خود کھا جاتے ہیں قیامت کے دن وہی مال جہنم کی آگ میں تپا کر ان کے منھ، پیشانی، پیٹھ، پیٹ اور بغلیں غرضیکہ جسم کا ہر ہر حصّہ داغا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اے زکوٰۃ نہ دینے والو! یہ تمہارا وہی مال ہے جس کو تم نے جمع کر کے رکھا تھا اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کیا تھا تو آج اس جمع کرنے کا مزا چکھو۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۶) وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۔ (پ۱۰ ع۱۶)

اور ان میں بعض وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور صالحین میں سے ہو جائیں گے، تو جب اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور منھ پھیر کر پلٹ گئے۔

شانِ نزول

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ثعلبہ ابن حاطب انصاری دن رات مسجد میں پڑا رہا کرتا تھا اور زمین یا پتھروں پر بکثرت سجدہ کرنے سے اس کی پیشانی ایسی ہو گئی تھی جیسے اونٹ کا گھٹنا۔ ایک دن ثعلبہ نماز سے فارغ ہو کر بہت جلد مسجد سے نکل گیا، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ثعلبہ! یہ کیا؟ تم نے مسجد سے نکلنے میں جلدی کیوں کی؟ ثعلبہ نے عرض کیا کہ حضور میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں جلدی کرنے کا سبب یہ ہے کہ میرے اور میری بیوی کے درمیان صرف یہی ایک کپڑا ہے جو میں اوڑھے ہوئے ہوں میں نے اسے پہنکر یہاں نماز پڑھی ہے میری بیوی گھر میں ننگی بیٹھی ہوئی ہے اب میں گھر جا کر اسے اتار دونگا تب وہ نماز پڑھے گی حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عنایت فرمائے

آپ نے فرمایا اے ثعلبہ! تم تھوڑے سے مال پر شکر الٰہی بجا لاؤ تو اس سے بہتر ہے کہ مالدار ہو کر حقوق ادا کرنے کی طاقت نہ رکھ سکو۔ ثعلبہ نے یہ سن کر پھر دعا کے لئے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ تم اپنے رسول کی پیروی نہیں کرتے اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں چاہتا کہ سونے چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ ساتھ چلا کریں تو ضرور ساتھ چلا کرتے ثعلبہ اس کے بعد پھر حاضر خدمت ہوا اور پھر دعا کے لئے التماس کیا اور یہ کہا کہ مجھے اس خدا کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے اگر خدائے تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے گا تو میں ہر مستحق کا واجبی حق ادا کروں گا۔ ثعلبہ کے لئے حضور نے دعا فرما دی۔ اس نے بھیڑ، بکریاں پالیں اور وہ چند روز میں کیڑوں کی طرح بڑھ گئیں۔ اب ثعلبہ صرف ظہر و عصر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھتا اور باقی نمازیں اپنے گھر ہی پر ادا کرنے لگا۔ تھوڑے عرصہ میں اس کے ریوڑ اس قدر بڑھ گئے کہ مدینہ میں نہ سما سکے اور ثعلبہ کو مدینہ چھوڑ کر ان کی حفاظت کے لئے جنگل میں رہنا پڑا اور اب صرف آٹھویں دن جمعہ ادا کرنے کے لئے مدینہ آنے لگا اس کے بعد اس کے مویشی کی تعداد حد حساب سے باہر ہو گئی اور اسے مدینہ سے بہت دور جنگلوں میں اقامت کرنی پڑی۔ جمعہ اور جماعت کی حاضری بالکل ہاتھ سے جاتی رہی صرف اتنا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن آنے جانے والوں سے حالات سن لیا کرتا تھا۔

ایک دن حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ثعلبہ کو یاد فرمایا لوگوں نے عرض کیا کہ حضور وہ اپنے اس مال مویشی کی حفاظت میں مصروف ہے کہ جن سے جنگل کے جنگل پٹے پڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا ثعلبہ کی حالت پر افسوس۔ کچھ دنوں کے بعد آپ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے دو عامل بھیجے وہ دونوں ثعلبہ کے پاس پہونچے اور حضور کا وہ گرامی نامہ پڑھ کر سنایا جس میں زکوٰۃ کا نصاب بالتفصیل مذکور تھا مگر ثعلبہ نے کچھ نہیں دیا اور یہ کہا کہ یہ تو جزیہ ہے یا جزیہ کا بھائی۔ اچھا آپ لوگ مدینہ چلیں میں اس کے متعلق کچھ سوچ سمجھ کر جواب دوں گا۔ جب یہ دونوں مدینہ شریف واپس آئے تو ان کے بولنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوبار فرمایا ثعلبہ پر افسوس۔ ثعلبہ پر افسوس۔ تو یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ثعلبہ کا ایک رشتہ دار بیٹھا تھا اس نے سب حال سن کر ثعلبہ سے جا کر بتایا، ثعلبہ فوراً اپنی زکوٰۃ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کے قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ ثعلبہ اپنے سر میں خاک ڈالنے لگا آپ نے فرمایا کہ یہ تیرے عمل کا بدلہ ہے افسوس تو نے میرے حکم کی تعمیل نہ کی۔ پھر ثعلبہ اپنی زکوٰۃ کا مال لے کر خلافت صدیقی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لایا انھوں نے

بھی اسے قبول نہ کیا پھر خلافت فاروقی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لایا انھوں نے بھی قبول نہ فرمایا یہاں تک کہ خلافت عثمانی میں یہ شخص ہلاک ہوگیا۔

(۷) لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ۔ (پ۴ ع۱)	تم لوگ ہرگز بھلائی کو نہ پہونچو گے جب تک کہ راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہیں خرچ کروگے۔ اور تم جو کچھ خرچ کرتے ہو، اللہ کو معلوم ہے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والا جب تک اپنی پسندیدہ چیز نہیں خرچ کرے گا ثواب نہیں پائے گا۔

(۸) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى لا (پ۳ ع۴)	اے ایمان والو! مت بیکار کرو اپنے صدقے احسان جتا کر اور صدمہ پہونچا کر۔

معلوم ہوا کہ صدقہ دینے کے بعد اگر احسان رکھا یعنی دوسروں کے سامنے اظہار کیا کہ ہم نے تیرے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا یا اس کو طعنہ وغیرہ دے کر ایذا و تکلیف پہونچائی تو صدقہ کا ثواب ضائع ہوگیا۔

حقوق والدین

(۱) وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حُسْنًا ط وَاِنْ جَاھَدٰکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْھُمَا ط اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

(پ۲۰ ع ۱۳)

اور ہم نے تاکید کی انسانوں کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان۔ میری ہی طرف تجھے لوٹنا ہے تو میں تمہیں بتا دوں گا جو تم کرتے تھے۔

شانِ نزول

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے جب آپ مسلمان ہوئے تو آپ کی والدہ نے سخت ناراضگی ظاہر کی اور یہ کہا کہ اگر تو اس نئے دین کو نہیں چھوڑے گا تو خدا کی قسم نہ میں کھاؤں گی نہ پیوں گی یہانتک کہ مر جاؤں گی تو تیری بدنامی ہوگی اور لوگ تجھے ماں کا قاتل کہیں گے، پھر اس بڑھیا نے فاقہ کیا اور ایک دن رات نہ کچھ کھایا نہ پیا اور تپتی دھوپ میں دن بھر بیٹھی رہی جس سے بہت زیادہ کمزور ہوگئی۔ دوسرے دن پھر اسیطرح رہی تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پاس آئے اور کہا اے ماں!

اگر تیری سو جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے سب نکل جائیں تو بھی میں اپنا دین نہ چھوڑوں گا تو چاہے کھا اور چاہے مت کھا، جب وہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے مایوس ہو گئی تو کھانے پینے لگی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور حکم دیا کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے لیکن اگر وہ کفر و شرک اور ناجائز فعل کا حکم دیں یا خدا و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری سے روکیں تو نہ مانا جائے۔

(۲) فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔ (پ ۱۵ ع ۳)	تو ماں باپ سے ہوں نہ کہو اور نہ انھیں جھڑکو اور ان سے تعظیم کی بات کرو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ والدین سے حسن ادب کے ساتھ گفتگو کرے تواضع اور نرمی سے پیش آئے ان کی عزت کرے نہ انھیں مارے نہ جھڑکے یہاں تک کہ انھیں اُفؔ اور ہوںؔ بھی نہ کہے۔

(۳) وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔ (پ ۱۵ ع ۳)	اور ماں باپ کے لئے نرم دلی سے عاجزی کا بازو بچھاؤ اور عرض کرو کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ انھوں نے مجھے بچپن میں پالا

معلوم ہوا کہ والدین کے ساتھ عاجزی اور نرمی سے پیش آئے انکے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرے لیکن والدین کے احسان کا حق چونکہ اس

دنیاوی خدمت سے ادا نہیں ہو سکتا لہٰذا بارگاہ الٰہی میں ان پر فضل و رحمت فرمانے کی دعا کرے اور عرض کرے کہ اے رب العالمین! میری خدمتیں ان کے احسان کی جزا نہیں ہو سکتیں تو ان پر اپنے فضل سے کرم فرما۔

اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مسلمان کیلئے رحمت و مغفرت کی دعا جائز اور اسے فائدہ پہونچانے والی ہے۔ اور مُردوں کے ایصال ثواب میں چونکہ ان کے لئے دعائے رحمت ہوتی ہے لہٰذا یہ بھی جائز اور مستحسن ہے۔

آیتوں کے جھٹلانے کا وبال

(۱) اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ط كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِیْزًا حَكِیْمًا۔ (پ۵ ع۵)

جنھوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب ہم ان کو جہنم میں داخل کریں گے جب کبھی ان کی کھالیں پک جائیں گی تو ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے کہ عذاب کا مزہ لیں۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

(۲) تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ۔ اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ

انکے منہ پر آگ لپٹ مارے گی اور وہ اس میں منہ چڑائے ہوں گے (اللہ تعالیٰ کہے گا) کیا تم پر میری آیتیں نہ پڑھی جاتی

بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۔ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۔ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۔ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنَ ۔

(پ ۱۸ ع ۶)

تھیں تو تم انھیں جھٹلاتے تھے کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی اور ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے ہمارے رب ہم کو دوزخ سے نکال دے پھر اگر ہم ویسا ہی کریں تو ہم ظالم ہیں۔ رب فرمائیگا دھتکارے پڑے رہو اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو۔

(۳) وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَا اِتَّخَذَهَا هُزُوًا ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۔ (پ ۲۵ ع ۱۷)

اور جب ہماری آیتوں میں سے کسی پر اطلاع پائے تو اس کی ہنسی بناتا ہے ان کے لئے خواری کا عذاب ہے۔

معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور استہزا و مذاق کرتے ہیں وہ آخرت میں طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ جہنم میں جب انکی کھالیں جل جائیں گی تو بحکم الٰہی دوسری کھالیں بدل دی جائیں گی وہ عرض کریں گے اے رب العالمین! تو ہمیں دوزخ سے نکال دے اب آئندہ ہم تیرے ہر حکم کی اتباع کرینگے۔ حکم ہوگا اے جہنمیو! اسی میں پڑے رہو اور باتیں مت کرو۔ لہٰذا ایسے لوگ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ جلتے رہیں گے اور کبھی بھی ان کی کسی بات کی سنوائی نہ ہوگی۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

کسی جگہ کو شریف کہنا

(۱) یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ (پ۶ ع ۸)

(حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) اے میری قوم! مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ۔

تفسیر بیضاوی میں ہے کہ اس آیت کریمہ میں جس زمین کو مقدسہ کہا گیا ہے وہ بیت المقدس کی زمین ہے اور وہ مقدس اسلئے ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام اور مومنین کے رہنے کی جگہ ہے۔ (۱)

اور عارف باللہ علامہ صاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا کہ انبیائے کرام کی سکونت کے سبب وہ زمین شریف اور پاک ہو گئی (۲)

لہٰذا اللہ کے محبوب بندوں کے رہنے کے سبب جن زمینوں کو شرف حاصل ہوا ان جگہوں کو مقدس اور شریف کہنا قرآن مجید کی آیت مبارکہ سے ثابت ہوا۔ اس لئے بغداد و اجمیر اور وہ تمام مقامات متبرکہ جہاں بزرگان دین آرام فرما ہیں ان کے ناموں کے ساتھ مقدسہ، مطہرہ یا شریف کا لفظ بولنا بلاشبہ جائز و مستحسن ہے۔

---

(۱) تفسیر بیضاوی کی اصل عبارت یہ ہے قوله الارض المقدسة وهي ارض بيت المقدس سميت بذلك لانها كانت قرار الانبياء ومسكن المومنين ۱۲ منہ (۲) تفسیر جلالین میں المقدسة کا ترجمہ المطهرة کیا اس پر تفسیر صاوی میں تحریر فرمایا قوله المطهرة انما سميت مطهرة لسكنى الانبياء المطهرين فتشرفت وطهرت بهم فانظرف طاب بالمظروف ۱۲ منہ

کافر کو کافر کہنا

(۱) قُلۡ يٰۤاَيُّهَا الۡكٰفِرُوۡنَ۔ تم فرماؤ اے کافرو!

(پ۳۰ سورۂ کافرون)

اس آیت کریمہ میں خدائے تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تم فرماؤ اے کافرو! ـــــ تو ماننا پڑے گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کافروں کو کافر ضرور کہا۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کو کسی کام کے کرنے یا کسی بات کے کہنے کا حکم ہو اور اللہ کے رسول اس پر عمل نہ کریں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تو ثابت ہوا کہ کافر کو کافر کہنا سنت نبویہ ہے۔

اور جب خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ تم فرماؤ اے کافرو!۔ ـــــ تو اس حکم دیتے میں اس نے خود بھی کافروں کو کافر کہا۔ تو ثابت ہوا کہ کافر کو کافر کہنا سنت الٰہیہ بھی ہے ـــــ لہٰذا وہ لوگ غلطی پر ہیں جو کہتے ہیں کہ "کافر کو کافر نہیں کہنا چاہیئے"

تمت

بعونہٖ تعالیٰ ثم بعون رسولہ الاعلیٰ جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جلال الدین احمد امجدی

یکم ربیع الاول سنہ ۱۳۸۰ھ

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی مدظلہ العالی

براؤں شریف بھارت

کے

تاثرات

ادارہ معارف نعمانیہ لاہور کی مطبوعات دستیاب ہوئیں بنگاہ کی کمزوری کے باوجود ہم نے ان میں سے اکثر کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ ہر ایک کو بہت مفید پایا۔ ادارہ فیض الرسول کے دیگر لوگوں نے بھی بہت پسند کیا۔ پھر یہ جان کر بے انتہا مسرت ہوئی کہ اس طرح کی نئی دیدہ زیب کتاب ہر ماہ مفت تقسیم ہوتی ہے اور قلیل عرصہ میں ایک لاکھ سے زائد کتب ورسائل ملک اور بیرون ملک جاپان و امریکہ اور فرانس و برطانیہ تک مسلمانوں کے گھروں میں پہنچائے گئے۔

ادارہ معارف نعمانیہ وقت کا اہم تقاضا پورا کر رہا ہے۔ دعا ہے کہ اسی طرح اسلام و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کرتا ہوا وہ ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے اور خدائے عزوجل اس کے بانی و معاونین کو اجر جزیل و جزائے جلیل بے مثل سے سرفراز فرمائے اور سب کو سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن کرم کا سایہ نصیب فرمائے۔ آمین بجرمۃ النبی الکریم الامین علیہ الصلاۃ والتسلیم

جلال الدین احمد الامجدی

براؤں شریف۔ انڈیا
۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ

شیخ الادب ڈاکٹر پیر محمد حسن ارشاد فرماتے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادارے قائم ہوتے آئے ہیں — اور ہوتے رہیں گے — ہر ایک کا مقصد الگ اور ہر ایک کا نظریہ جُداگانہ — مگر جس مقصد کو لیکر ادارہ معارف نعمانیہ کے اراکین اُٹھے ہیں وہ نہایت بُلند اور پاکیزہ مقصد ہے — ان کی نیات پاک اور باطن پُرخلوص ہیں۔

اِس دَور میں جدھر نظر دوڑاؤ باطل کی سیاہ کاریاں نظر آئیں گی۔ ان باطل پرستوں کا مطمحِ نظر حق کو دبانا ہے — اراکینِ ادارہ کے پاس نہ قوّت ہے نہ اقتدار کہ باطل کی روک تھام کر سکیں — ان کے پاس صرف ایک بات رہ جاتی ہے — یعنی جہاد بالقلم جسے لے کر وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اسی عزم کو لے کر میدانِ عمل میں آئے۔

باطل کے پرستاروں کے پاس ہر قسم کے ذرائع موجود ہیں۔ ان کے پاس نجدیوں کے سیاہ سونے کے سمندر موجود ہیں جن کے دریاؤں کا رُخ ان باطل پرستوں کی طرف مُڑا ہوا ہے تاکہ حق کی ضیا پاشیوں کو دبا دیا جائے۔ اراکین ادارہ کے پاس ان کی قوّتِ ایمانیہ، دلی ہمدردی، نیک جذبہ اور حمیّت وغیرت دینی ہے۔ انہوں نے ذاتِ حق پر بھروسہ کرتے ہوئے اُمتِ محمدیہ کو دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے کہ اس نے انہیں ایسے احباب ملا دیئے جو مخیر اور دردِ دل رکھنے والے لوگ ہیں۔ ان احباب نے ہر طرح سے ادارے کیساتھ تعاون کیا اور تاحدِ مقدور مالی اعانت کی۔ بحمد اللہ کہ ادارہ اب مضبوط بُنیادوں پر چل رہا ہے اِس قلیل عرصہ کے اندر جو کامیابی ادارہ کو حاصل ہوئی ہے وہ ادارے کے کردار اور سعی کا بیّن ثبوت ہے۔

اُمید ہے کہ ادارہ اپنے نیک عزائم کو بدستور جاری رکھے گا جس کا اجر دُنیا تو کیا دے سکتی ہے۔ اس کا اجر اللہ کے ہاں ہے اور وہی جزا، موفور دینے والا ہے۔

راولپنڈی ۲۰ فروری ۱۹۹۲ء

محمد حسن